شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ　　قسط ۲　　ترجمہ :- حافظ مولانا سیف الرحمن بی اے

کیا قبروں کی زیارت کے لئے سفر کرنا جائز ہے؟

سوال :- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور فقہیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص انبیاء اور اولیاء کی قبروں کی زیارت کی غرض سے سفر کرتا ہے۔ جیسے سرور کائنات کا روضۂ اطہر وغیرہ۔ کیا یہ زیارت شرعی شمار ہوگی یا نہیں؟ نیز کیا ایسے شخص کو سفر میں نماز قصر کی اجازت ہے یا نہیں؟ اس سلسلہ میں چند روایات بیان کی جاتی ہیں۔ مثلاً

۱- من حج ولم یزرنی فقد جفانی — جس نے حج کیا لیکن میری زیارت کے لیے نہ آیا تو اسی نے مجھ سے رو گردانی کی

۲ ومن زارنی بعد موتی کمن زارنی فی حیاتی — جس شخص نے میری وفات کے بعد میری قبر کی زیارت کی تو گویا اس نے میری زندگی میں میری زیارت کی۔

لیکن اس کے برعکس مندرجہ ذیل حدیث ہے۔

لا تشد الرحال الا الی ثلاثۃ مساجد۔ المسجد الحرام ومسجدی ھذا والمسجد الاقصٰی[۱] — تین مسجدوں یعنی مسجد الحرام، میری مسجد (مسجد نبوی) اور مسجد اقصٰی کے سوا کسی مقام کی زیارت کی غرض سے سفر کرنا جائز نہیں۔

ان حدیثوں میں آپس میں تناقض ہے۔ اس لیے صحیح صورت حال کے متعلق آگاہ کیجیے اور فتویٰ صادر کیجیے۔!

جواب :- الحمد للہ رب العالمین۔ جو شخص انبیاء اور اولیاء کی قبروں کی زیارت

---

[۱] صحیح بخاری

کے لیے سفر کرتا ہے۔ اس کے لیے نماز قصر کے جواز اور عدم جواز کے متعلق دو مشہور اقوال ہیں۔

ایک یہ کہ سفر معصیت ہے اس لیے اس میں نماز قصر جائز نہیں۔ چنانچہ علمائے متقدمین کی یہی رائے ہے ابوعبداللہ بن بطہ، ابوالوفا ابن عقیل اور علمائے متقدمین کا ایک بہت بڑا گروہ اس کا قائل ہے۔ ان کے نزدیک ایسے سفر میں نماز کو قصر کرنا جائز نہیں کیونکہ یہ ایسا سفر ہے، جس سے منع کیا گیا ہے اور جس سفر سے منع کیا گیا ہو۔ اس میں قصر کرنا جائز نہیں، چنانچہ امام مالکؒ امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کا یہی مذہب ہے

دوسرا قول یہ ہے کہ اس میں نماز قصر کرنا جائز ہے۔ ان کے نزدیک ایسے سفر میں جس کی شریعت نے ممانعت کی ہو، نماز کو قصر کرنا جائز ہے۔ چنانچہ امام ابوحنیفہؒ کا یہی مسلک ہے اور امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے کچھ متاخرین شاگردوں نے انبیاء اور اولیاء کی قبروں کی زیارت کے لیے سفر کرنا جائز قرار دیا ہے۔ چنانچہ ابوحامد غزالیؒ ابوالحسن بن عبدوس حرانیؒ اور ابومحمد بن قدامہ مقدسیؒ کی یہی رائے ہے یہ کہتے ہیں کہ سفر حرام نہیں۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان "زوروا القبور" عام ہے۔

بعض لوگ جنہیں علم حدیث کی پوری واقفیت نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی زیارت کے سلسلے میں مندرجہ ذیل حدیث بطور حجت پیش کرتے ہیں۔

من زارنی بعد مماتی فکان زارنی فی حیاتی (رواہ الدارقطنی وابن ماجۃ) [1]	جس نے میری وفات کے بعد میری قبر کی زیارت کی تو گویا اس نے میری زندگی میں میری زیارت کی۔

نیز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان۔

من حج ولم یزرنی فقد جفانی۔ [2]	جس نے حج کیا، پھر میری زیارت کے لیے نہ آیا تو اس نے مجھ سے روگردانی کی

---

[1] اس حدیث کی سند میں ایک راوی ہارون بن قزعہ یا ابن ابی قزعہ ہے۔ امام بخاریؒ بیان کرتے ہیں کہ اس حدیث کی متابعت کسی نے نہیں کی نیز شیخ قزعہ مجہول الحال راوی ہے۔ ذہبی نے میزان میں اس حدیث کو حاطب اور عمرؓ سے مروی ہے۔ منکرات قزعہ بن ابی قزعہ سے شمار کیا ہے۔ کشف الستر عما ورد فی السفر الی القبر [2] سخاوی نے اس کی صحت سے انکار کیا ہے۔

اس حدیث کو کسی عالم نے کتب احادیث میں بیان نہیں کیا۔ یہ اس حدیث کی مثل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

من زارنی وزار ابی ابراهیم فی عام واحد ضمنت له علی الله الجنة [۱]	جو شخص میری اور میرے باپ حضرت ابراہیمؑ کی زیارت ایک ہی سال میں کرتا ہے۔ تو میں اس کے لیے جنت کا ضامن ہوں۔

تمام علماء اس امر پر متفق ہیں کہ اس حدیث کو کسی نے بیان نہیں کیا اور نہ کسی نے اس کو بطور حجت پیش کیا ہے۔ جن لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر نیک لوگوں کو قبروں کی زیارت کو جائز قرار دیا ہے تو وہ دارقطنی کی روایت کو بطور حجت پیش کرتے ہیں۔

ابو محمد موسیٰ زیارتِ قبور کے سفر کو جائز قرار دیتے ہیں اور بطور حجت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل پیش کرتے ہیں۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد قبا کی زیارت کے لیے تشریف لے جایا کرتے تھے۔

اور حدیث "لاتشد الرحال" کے متعلق کہتے ہیں کہ یہ نفی استحباب پر محمول ہے قول اوّل کے قائلین صحیحین کی یہ حدیث بطورِ حجت پیش کرتے ہیں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لاتشد الرحال الا الی ثلاثة مساجد المسجد الحرام و مسجدی هذا والمسجد الاقصیٰ [۲]	یعنی تین مسجدوں کے ماسوا کسی مسجد یا کسی مقام کی زیارت کی غرض سے سفر نہ کیا جائے (یہ تینوں مسجدیں یہ ہیں، مسجد الحرام، مسجد نبوی مسجد اقصیٰ

اس حدیث کی صحت پر علما کا اتفاق ہے اور اس پر عمل کرنا ضروری قرار دیتے ہیں۔

اگر کوئی شخص منت مانتے کہ وہ سفر کرے گا تاکہ کسی مسجد میں یا مشہد میں جاکر نماز پڑھیگا یا اس میں اعتکاف کرے گا ۔یا اس کا سفر کرے گا ماسوائے ان تین مساجد کے تو اس نذر کو پورا کرنا اس پر واجب نہیں ہوگا۔ اس مسئلہ میں تمام علماء متفق ہیں۔

---

[۱] امام نوویؒ نے اسے موضوع قرار دیا ہے۔

[۲] صحیح البخاری

اگر وہ نذر مانے کہ وہ سفر کرے گا تاکہ مسجد الحرام میں جا کر حج یا عمرہ کرے تو اس نذر کا پورا کرنا ضروری ہوگا۔ تمام ائمہ اس مسئلہ میں متفق ہیں۔ اگر وہ نذر مانے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد یا مسجد اقصیٰ میں نماز کے لیے یا اعتکاف کے لیے جائے گا تو اس نذر کو پورا کرنا ضروری ہوگا۔ چنانچہ امام مالک کا اور امام احمدؒ کا یہی مسلک ہے۔ امام شافعی کا بھی ایک قول یہی ہے۔ لیکن امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اسی نذر کا پورا کرنا ضروری نہیں۔ کیونکہ ان کے نزدیک نذر وہ واجب ہوگی جس کی مثل شریعت نے واجب کی ہو۔

جمہور علماء کا مسلک یہی ہے کہ ہر اطاعت کے کام کی نذر کو پورا کرنا ضروری ہے جیسے صحیح بخاری میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

من نذر ان یطیع اللہ فلیطعہ	جس نے اللہ کی اطاعت کی نذر مانی ہو
ومن نذر ان یعصی	وہ اسے پورا کرے لیکن جس نے اللہ کی
اللہ فلا یعصہ	معصیت کی نذر مانی ہو تو وہ اسے پورا
[۱]	نہ کرے۔

ان دونوں مساجد (مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ) کا سفر اطاعت میں شامل ہے۔ اس لیے اس نذر کو پورا کرنا ضروری ہے۔

جب مساجد ثلاثہ (مسجد الحرام، مسجد نبوی، مسجد اقصیٰ) کے ماسوا کسی اور مسجد یا مقام کا سفر کرنے کی نذر مانے تو علمائے دین کے نزدیک یہ سفر واجب نہیں ہوگا۔ حتیٰ کہ علمائے نے اس امر کی وضاحت کی ہے، کہ مسجد قباء کا سفر بھی نہ کرے کیونکہ وہ مساجد ثلاثہ کے زمرہ میں نہیں آتی۔ حالانکہ جو لوگ مدینہ منورہ میں سکونت پذیر ہیں ان کے لیے مسجد قباء کی زیارت کرنا مستحب ہے۔ کیونکہ ان کو اس کے لیے سفر نہیں کرنا پڑتا۔ جیسے صحیح بخاری میں مذکور ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

من تطہر فی بیتہ ثم اتی مسجد	جو شخص اپنے گھر سے طہارت (وضو)
قباء لا یرید الا الصلاۃ	کر کے مسجد قباء میں صرف نماز

[۱] صحیح بخاری جلد دوم ص ۹۹۱

فیہ کان کاجر عمرۃ ..... پڑھنے کی غرض سے آتا ہے تو اسے اتنا ثواب ملتا ہے۔ جیسے عمرہ کرنے کا ثواب ملتا ہے۔ [1]

وہ کہتے ہیں کہ انبیاء اور اولیاء کی قبروں کی زیارت کے لیے سفر کرنا بدعت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ یا تابعین میں سے کسی نے ایسا کام نہیں کیا اور نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کرنے کا حکم فرمایا ہے اور نہ کسی امام نے اسے مستحب قرار دیا۔ جو شخص اس کو عبادت تصوّر کرتا ہے اور ایسا کرتا ہے تو وہ سنت نبوی کا مخالف ہے۔ اور اجماع امّت کی مخالفت کرتا ہے۔ اس بات کو ابو عبداللہ بن بطہؒ نے "الابانۃ الصغریٰ" میں ذکر کیا ہے اور اسے بدعات میں شمار کیا ہے۔

ابو محمدؒ مقدسی کے دلائل کا ابطال۔

اس حدیث سے ابو محمدؒ مقدسی کا استدلال پکڑنا درست نہیں۔ یہ حدیث اس کی حجت کو باطل کرتی ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجدِ قباء کی زیارت کے لیے دور دراز کا سفر کر کے تشریف نہیں لاتے تھے۔ اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اس مسجد کی نذر ماننے سے اس کا سفر واجب نہیں ہوتا۔

اس کا یہ کہنا کہ حدیث "لا تشدّ الرّحال" کا مضمون نفی استحباب پر محمول ہے تو اس کا جواب دو طرح پر دیا جا سکتا ہے۔

اوّل، اس نے اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ یہ سفر کوئی نیک عمل یا اطاعت یا نیکی نہیں۔ پھر جو شخص یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ انبیاء اور اولیاء کی قبروں کی زیارت کی غرض سے سفر کرنا عبادت اور اطاعت ہے تو وہ اجماع امّت کی مخالفت کرتا ہے۔ جب اسے اطاعت تصوّر کر کے سفر کرے گا۔ تو یہ کام حرام ہوگا۔ چنانچہ تمام کا اجماع اس پر ہے تو معلوم ہوا کہ یہ سفر حرام ہے کیونکہ اس کی نیّت اس سے قربت حاصل کرنا ہوتا ہے اور یہ امر بھی واضح ہے کہ قبروں کی زیارت کرنے سے کسی کا مقصد سوائے قربت حاصل کرنے کے کچھ نہیں ہوتا۔ ہاں البتہ اگر کوئی شخص کسی اور مباح کام کے لیے

---

[1] ترغیب جلد دوم صفحہ ۲۱۷، بحوالہ احمد، نسائی، ابن ماجہ

اس کی طرف سفر کرنے کی نذر مانے تو یہ جائز ہے یہ ہمارا موضوع نہیں۔

دوم:۔ یہ حدیث نہی کا تقاضا کرتی ہے اور نہی حرام کی متقضی ہے۔ بنا بریں یہ سفر حرام ہوا۔ جو احادیث رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی زیارت کے سلسلے میں مذکور ہیں۔ تو اہل علم کے نزدیک بالاتفاق ضعیف ہیں۔ جو قابل حجت نہیں۔ بلکہ اگر ان کو موضوع کہا جائے تو اس میں ذرا بھر مبالغہ نہیں ہوگا۔ کیونکہ اصحاب سنن جن پر اعتماد کیا جا سکتا ہے۔ میں سے کسی نے ان کا ذکر نہیں کیا اور نہ کسی امام نے ان احادیث کو بطور حجت پیش کیا ہے۔ بلکہ امام مالکؒ نے جو اہل مدینہ کے امام تھے۔ اور اس مسئلہ کو لوگوں سے زیادہ جانتے تھے۔ اس بات کو مکروہ تصور کیا ہے۔ کہ کوئی شخص کہے کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی زیارت کی۔ اگر یہ لفظ یعنی زیارت کا لفظ ان کے نزدیک معروف یا مشروع ہوتا یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہوتا تو اہل مدینہ کے سب سے بڑے عالم (مالکؒ) اسے مکروہ تصور نہ کرتے۔

امام احمدؒ اپنے زمانہ کے سب سے بڑے عالم تھے۔ جب ان سے اس کے متعلق دریافت کیا گیا۔ تو ان کے پاس ماسوائے حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث کے کوئی قابل اعتماد حدیث نہیں تھی۔ حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث یوں ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

ما من احد یسلم علی	جب کوئی مسلمان مجھ پر سلام بھیجتا ہے
الا رد اللہ علی روحی حتی	تو اللہ تعالیٰ میری روح کو میرے جسم میں
ارد علیہ السلام	لوٹا دیتا ہے۔ تاکہ میں سلام کا جواب
(ابوداؤد) ؎۱	دے سکوں۔

ابوداؤد نے اسے اپنی سنن میں بیان کیا ہے اور اس پر اعتماد کا اظہار کیا ہے اسی طرح امام مالکؒ نے مؤطا میں بیان کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ جب مسجد میں داخل ہوتے تو کہتے۔

السلام علیک یا رسول اللہ	اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم

؎۱ ترغیب جلد دوم ص۴۹۹ بحوالہ ابوداؤد، احمد

السلام علیک یا ابا بکر	آپ پر سلام ہو۔ اے ابوبکر صدیق رضؓ آپ
السلام علیک یا ابت	پر سلام ہو۔ اے ابّا جان آپ پر سلام ہو۔

پھر واپس چلے آتے۔

سنن ابوداؤد میں مذکور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لا تتخذوا قبری عیدا	میری قبر پر عید کی طرح ہر سال مت آنا
وصلوا علی فان صلوٰتکم	ہاں تم جہاں بھی ہو مجھ پر درود بھیجنا۔ کیونکہ
تبلغنی حیثما کنتم	تمہارا درود مجھ تک پہنچ جاتا ہے۔ خواہ تم
. . . .	کسی جگہ پر ہو۔

سعید بن منصور کے سنن میں ہے کہ عبداللہ بن حسن بن حسین بن علی بن ابو طالب نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی طرف بار بار جاتا ہے اور اس کے پاس دعا کرتا ہے۔ یہ ماجرا دیکھ کر انھوں نے اسے مخاطب ہو کر کہا۔ اے فلاں! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

لا تتخذوا قبری	تم میری قبر کو عید نہ بنانا (سال بسال سے
عیدا وصلوا علی	اس پر میلے نہ لگانا۔ تمہارا کرنے کا کام یہ
فان صلوٰتکم حیثما	ہے کہ مجھ پر درود بھیجو۔ کیونکہ تمہارا درود
کنتم تبلغنی۔	مجھے پہنچ جاتا ہے۔ خواہ تم کسی جگہ پر ہو۔

انھوں نے مخاطب سے کہا تیرا سلام اور اندلس میں رہنے والے کا سلام برابر ہیں۔

صحیحین میں حضرت عائشہ رضؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مرض الموت کے موقع پر فرمایا۔

لعن اللہ الیہود والنصاریٰ	اللہ تعالیٰ یہود و نصاریٰ پر لعنت بھیجے
اتخذوا قبور انبیائھم	انھوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ
مساجد [1]	بنالیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے بُرے کاموں سے ڈراتے ہیں۔ اگر یہ خدشہ نہ ہوتا تو آپ کی قبر مبارک باہر بنائی جاتی۔ مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بُرا تصور کیا تاکہ

---

[1] صحیح بخاری جلد اوّل ص ۱۷۷

لوگ اسے سجدہ گاہ نہ بنالیں۔

صحابہ کرامؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عائشہؓ کے حجرہ میں دفن کیا۔ حالانکہ وہ دیگر میتوں کو کھلے میدان میں دفن کرتے تھے۔ تاکہ کوئی شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کے پاس نماز نہ پڑھے اور اسے سجدہ گاہ نہ بنائے۔ کیونکہ اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی بتوں سے مماثلت ہوتی تھی۔

چنانچہ صحابہ کرامؓ اور تابعین عظامؒ ولید بن عبدالملک کے زمانہ تک جبکہ روضۂ اطہر مسجد نبوی سے علیحدہ تھا۔ کوئی شخص اس میں داخل نہیں ہوتا تھا۔ نہ کوئی وہاں پر کھڑا ہو کر نماز پڑھتا اور نہ قبر مبارک پر ہاتھ پھیرتا اور نہ وہاں پر دعا کرتا تھا۔ بلکہ یہ تمام امور مسجد نبوی میں کرتے تھے۔

صحابہ کرامؓ اور تابعین عظامؒ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر سلام بھیجنے اور دعا کا ارادہ کرتے تو قبلہ رخ ہو کر دعا کرتے اور قبر مبارک کی طرف رخ نہیں کرتے تھے۔

رہا سلام کا معاملہ تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس پر سلام بھیجتے وقت قبلہ رخ ہونا چاہیئے۔ اور قبر مبارک کی طرف متوجہ نہیں ہونا چاہیئے۔

اکثر ائمہ کا خیال ہے کہ سلام کے وقت قبر مبارک کی طرف رخ کرنا چاہیئے لیکن دعا کے وقت قبر مبارک کی طرف رخ کرنے کا کوئی امام قائل نہیں۔

اس معاملہ میں کچھ جھوٹی روایات ہیں جو امام مالکؒ کی طرف منسوب ہے حالانکہ ان کا مذہب ان کے خلاف ہے۔

تمام ائمہ کا اس بات پر اتفاق ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کو ہاتھ لگانا اور اسے بوسہ دینا منع ہے۔

یہ احکام اس لیے ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی حفاظت کی جائے۔ اور شرک سے اجتناب کیا جائے۔ کیونکہ شرک باللہ میں سب سے بڑا اصول یہ ہے کہ قبروں کو مسجد کی حیثیت دی جائے۔ جیسا کہ سلف صالحین میں سے ایک جماعت نے اللہ تعالیٰ کے فرمان کے متعلق کہا ہے۔

وقالوا لاتذرن	انہوں (مشرکین نے آپس میں ایک دوسرے)
الهتكم ولاتذرن	سے کہا کہ تم اپنے دیوتاؤں کی پوجا کرنے
ودا ولاسواعا ولایغوث	سے مت ہٹنا (خاص کر) ود، سواع، یغوث،
ویعوق ونسرا (نوح)	یعوق اور نسر کی عبادت سے باز مت آنا۔

یہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم میں نیک اور صالح لوگ تھے۔ جب یہ فوت ہوئے تو لوگوں نے (ان کو بزرگ اور حاجت روا تصور کر کے)، ان کی قبروں پر اعتکاف کیا۔ پھر ان کے بت تراشے پھر زمانۂ طویل گزر جانے کے بعد ان کی عبادت کرنے لگے۔

امام بخاریؒ نے صحیح بخاری میں حضرت ابن عباس کی روایت سے یہی مفہوم بیان کیا ہے۔ محمد بن جریر طبریؒ وغیرہ مفسرین نے اپنی تفسیروں میں کئی سلف صالحین سے ایسا بیان کیا ہے۔ وثیمہ وغیرہ نے قصص الانبیاء میں متعدد طرق سے یونہی بیان کیا ہے۔ اس مسئلہ پر میں نے اصولی طور پر کسی اور مقام پر مفصّل بحث کی ہے۔

زیارت کے سلسلہ میں من گھڑت حدیثیں بنانے والا، سب سے پہلا شخص قبروں اور مشاہد کی زیارت کے لیے سفر کرنے کے متعلق سب سے پہلے اہل بدعت۔ اور روافض نے من گھڑت حدیثیں وضع کیں۔ یہ لوگ مسجدوں کے معطّل اور غیر آباد ہونے میں کوئی مضائقہ تصوّر نہیں کرتے۔ اس کے برعکس مشاہد اور مزارات کی تعظیم میں ایڑی چوٹی کا زور لگاتے ہیں۔ یہ لوگ اللہ کے گھروں (مسجدوں) میں جانا پسند نہیں کرتے۔ حالانکہ ان میں اللہ کا ذکر کرنے کا حکم ہے۔ اور مشاہد کی تعظیم و تکریم کرتے ہیں۔ حالانکہ وہاں پر شرک کی تخم ریزی اور آبیاری ہوتی ہے۔ دروغ گوئی اور کذب کو فروغ حاصل ہوتا ہے۔ وہاں پر ایسا دین اختراع کیا جاتا ہے جس پر اللہ نے کوئی دلیل نازل نہیں کی۔ کیونکہ کتاب اللہ اور سنت رسول میں مسجدوں کا ذکر آیا ہے۔ مشاہد اور مزارات کا تذکرہ کہیں نہیں ہے۔

جیسے اللہ عزوجل نے فرمایا۔

قل امر ربی بالقسط واقیموا	(اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کہہ دیجئے
وجوهكم عند كل	کہ میرے رب نے مجھے انصاف کا حکم
مسجد وادعوه مخلصين	دیا ہے۔ اور یہ حکم دیا ہے کہ جہاں پر نماز
له الدين (الاعراف ع۳)	پڑھو۔ اپنے منہ (قبلہ کی رخ) سیدھے

کرلو اور اسے پکارو صرف اس کی عبادت کرتے ہوئے۔

نیز فرمایا۔

انما یعمر مساجد الله من امن بالله والیوم الاخر (التوبۃ)	اللہ کی مسجدوں کو صرف وہی شخص آباد کرتا ہے جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے

ایک اور مقام پر فرمایا۔

و ان المساجد لله فلا تدعوا مع الله احدا (الجن)	مسجدیں اللہ (کی عبادت) کے لیے خاص ہیں ان میں اللہ کے سوا کسی کو مت پکارو

ایک اور مقام پر ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

ومن اظلم ممن منع مساجد الله ان یذکر فیها اسمه وسعی فی خرابها (البقرۃ)	اس شخص سے بڑا ظالم کون ہو سکتا ہے جو اللہ کی مسجدوں میں اللہ کا ذکر کرنے سے روکتا ہے۔ اور اسے برباد کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

ایک حدیث میں آیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ان من کان قبلکم کانوا یتخذون القبور مساجد الا فلا تتخذوا القبور مساجد فانی انهاکم عن ذالک[1]	تم سے پہلے لوگ قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیتے تھے۔ خبردار تم ایسا مت کرنا۔ میں تمہیں ایسا کرنے سے منع کرتا ہوں۔

---

[1] صحیح بخاری، صحیح مسلم۔

تیسرا مسئلہ:
قبروں کے پاس دعا کرنے کا کیا حکم ہے؟
وہ کونسے مقامات ہیں جہاں پر دُعا مستجاب ہوتی ہے؟

سوال:۔ صالحین اور اولیاء کی قبروں کے پاس دعا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ کیا ان کی قبروں کے پاس دُعا زیادہ مستجاب ہوتی ہے؟ کن مقامات پر دعا کرنا افضل ہے؟

جواب:۔ قبروں پر جا کر دعا کرنا مساجد اور دیگر مقامات پر دعا کرنے سے افضل نہیں چنانچہ سلف صالحین اور آئمہ میں سے کوئی شخص قبروں پر دُعا کرنے کو دیگر مقامات سے افضل اور بہتر تصور نہیں کرتا مستحب امر تو یہ ہے کہ قبروں کے پاس جا کر صاحب قبر کے لیے مغفرت وغیرہ کی دُعا کی جائے۔ نہ کہ انبیاء اور اولیاء کی قبروں کے سامنے کھڑے ہو کر اپنے لیے دُعا کی جائے۔

چنانچہ صحیح بخاری میں مذکور ہے کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباسؓ کے واسطہ سے بارش طلب کی اور یوں دُعا کی۔

اللھم انا کنا نستقی الیك بنبینا فتسقینا و انا نتوسل الیك بعم نبینا فاسقنا فیسقون [1]	الٰہی! ہم اپنے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو وسیلہ بنا کر بارش طلب کرتے تھے تو تُو بارش برسا دیتا تھا، اب چونکہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے رحلت فرما چکے ہیں اس لیے، آپ کے چچا حضرت عباسؓ کو وسیلہ بنا کر دُعا کرتے ہیں کہ تو ہم پر باران رحمت نازل فرما۔

اس دعا کا اثر یہ ہوتا کہ بارش نازل ہو جاتی۔ انھوں نے حضرت عباسؓ کے ذریعے بارش طلب کی جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے بارش طلب کرتے تھے۔ کیونکہ یہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے۔

---

[1] صحیح بخاری جلد اوّل ص۱۳۷

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کے پاس جا کر کوئی شخص بارش کی دعا نہیں کرتا تھا۔ اور نہ کوئی اور دُعا کرتا۔ بلکہ صحاح ستّہ میں مذکور ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لعنۃ اللہ علی الیھود والنصاریٰ اتخذوا قبور	اللہ تعالیٰ یہود و نصاریٰ پر لعنت کرے
انبیائھم مساجد یحذر ما فعلوا ۱؎	انہوں نے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے فعل سے اپنی امت کو ڈراتے تھے۔

نیز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی رحلت سے پانچ روز قبل فرمایا۔

ان من کان قبلکم کانوا	تم سے پہلے لوگ (اپنے بزرگوں کی) قبروں
یتخذون القبور مساجد۔ الا	کو سجدہ گاہ بنا لیتے تھے۔ خبردار تم قبروں کو
فلا تتخذوا القبور مساجد فانی	سجدہ گاہ مت بنانا۔ میں تمہیں اس سے
انھاکم عن ذالک ۲؎	منع کرتا ہوں۔

سنن میں مذکور ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لعن زائرات القبور	اللہ تعالیٰ قبروں کی زیارت کرنے والیوں
والمتخذین علیھا	پر لعنت فرمائے۔ نیز ان لوگوں پر لعنت فرمائے
المساجد والسرج	جنہوں نے قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا اور ان
۳؎	پر چراغ روشن کیے۔

جب قبروں کو سجدہ گاہ بنانا اور ان پر چراغ روشن کرنا منع ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ قبریں اور مشاہد عبادت اور دُعا کا مقام نہیں۔ چنانچہ مسنون یہ ہے کہ جو کسی قبر کی زیارت کرے تو میت کو سلام کہے اور اس کی مغفرت کے لیے دُعا کرے، جیسے دفن سے پہلے یہ مسنون ہے کہ اس کا جنازہ پڑھا جائے اور اس کی مغفرت کے لیے دُعا کی جائے۔

الغرض قبروں اور مزارات پر جا کر میّت کے لیے دُعا کرنا مسنون ہے۔ لیکن اپنی حاجت براری یا مشکل کشائی کی خاطر میّت کو پکارنا اور اس کے لیے دُعا کرنا جائز نہیں۔ واللہ اعلم۔

۱؎ صحیح بخاری جلد ثانی ص ۶۳۹

۲؎ صحیح بخاری و مسلم

۳؎ تنویر الحلاہہ ص ۴۵ بحوالہ ابو داؤد، ترمذی، نسائی۔